امام بخاریؒ اور ان کی علمی خدمات

ملک عبدالرشید عراقی صاحب

محدثین کرام کی جماعت میں امام بخاریؒ کو جو خصوصیت اور امتیاز حاصل ہے اُس سے کون واقف نہیں۔ امام بخاری نے جس ذوق اور شوق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو جمع کیا۔ اس سے بھی اہلِ علم شناسا ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی، آسائش اور عافیت سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر قربان کر دیا اور اس کا جو صلۂ عظیم ان کو قیامت کے دن ملے گا وہ تو یقیناً ملے گا، اس فانی دُنیا میں بھی وہ امام المحدثین اور امیرالمومنین فی الحدیث کے لقب سے ملقب ہوئے اور ان کی پرکھی ہوئی حدیثوں اور جانچے ہوئے راویوں پر کمال درجہ اعتماد کیا گیا۔ اور ان کی مشہور کتاب الجامع الصحیح کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا خطاب دیا گیا۔

انہوں نے جفاکشی، محنت، علوہمتی، استغنا، حزم و احتیاط، صدق و دیانت و تقویٰ، عدل و انصاف، خدمتِ خلق اور اشاعتِ علوم کی مجسم تصویر بن کر ایک عالم کے لیے نمونہ قائم کیا۔ اس کے علاوہ فقہ الحدیث کی آپ نے جو خدمت کی اس کا اہلِ علم و اصحاب سیر نے اعتراف کیا ہے۔

امام بخاریؒ کی علمی خدمات پر روشنی ڈالنے سے پہلے ضروری ہے کہ آپ کے حالاتِ زندگی تحصیلِ علم، قوتِ حافظہ، اخلاق و عادات، فضائل و مناقب اور علمی تبحر کے بارے میں معاصرین کی آرا وغیرہ کا مختصراً ذکر کر دیا جائے۔

نام و نسب سلسلۂ نسب یہ ہے۔ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ جعفی[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ امام بخاری کے دادا ابراہیم بن مغیرہ کے حالات پردۂ اخفاء میں ہیں، لیکن آپ کے والد اسمٰعیل بن ابراہیم اپنے زمانے میں چوتھے طبقہ کے محدثین میں شمار ہوتے تھے۔ امام مالک بن انس (م ۱۷۹ھ) اور حماد بن زید (م ۱۳۰ھ) کے شاگرد تھے۔ اور محدث عبداللہؒ بن مبارک (م ۱۸۱ھ) کی صحبت میں مدتوں رہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب تاریخ کبیر میں امام عبداللہؒ بن مبارک کے حالات لکھے ہیں۔ اور اپنے والد کے فضل و کمال پر فخر کیا ہے[2]

پیدائش اور ابتدائی حالات امام بخاریؒ ۱۲ شوال ۱۹۴ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ ابھی کم سن ہی تھے کہ ان کے والد اسمٰعیل بن ابراہیم انتقال کر گئے اور آپ کو بچپن ہی میں یتیمی کا داغ دیکھنا پڑا۔ ابھی آپ چھوٹے ہی تھے کہ آپ کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ علاج معالجہ ہوتا رہا، مگر آپ کی بصارت ٹھیک نہ ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ بڑی عابدہ اور باکرامت خاتون تھیں۔ ان کا اکثر وقت رونے اور دعا کرنے میں گذرتا تھا۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ وہ فرما رہے تھے۔ اللہ تعالٰے نے تمہارے رونے اور دعا کرنے سے تمہارے بیٹے کی آنکھیں درست کر دی ہیں[3]

ابتدائی تعلیم میں علم فقہ پر خصوصی توجہ کی۔ اور امام وکیع (م ۱۹۷ھ) اور امام عبداللہ بن مبارک (م ۱۹۴ھ) جیسے اساتذۂ فن کی تصانیف کا مطالعہ کیا۔ اور ۱۵ برس کی عمر میں فقہ کی تعلیم سے

---

[1] مغیرہ مجوسی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ حاکم بخارا یمان جعفی کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئے تھے اس لیے ان کے ساتھ ولاء کی نسبت سے جعفی کہلائے، ورنہ بنو جعف سے ان کا کوئی نسبی تعلق نہیں تھا۔ (تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) جلد ۸ ص ۱۵۰۔

[2] ہدیۃ الساری مقدمہ فتح الباری لابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) ص ۴۷۸۔

[3] ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ص ۴۵۸۔

فارغ ہو گئے۔ فقہ کی تعلیم سے فراغت کے بعد علمِ حدیث کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۶ سال تھی۔

اساتذہ و شیوخ امام بخاریؒ نے ابتدا میں محمد بن سلام بیکندی (م ۲۲۵ھ) عبداللہ بن محمد مسندی (م ۲۲۹ھ) سے تعلیم حاصل کی۔ لیکن آپ نے سب سے زیادہ اکتساب امام اسحاق بن راہویہ (م ۲۳۸ھ) اور امام علی بن مدینی (م ۲۳۴ھ) سے کیا۔ امام صاحب کے شیوخ و اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ علامہ قسطلانی (م ۹۲۹ھ) نے آپ کا یہ بیان نقل کیا ہے۔

کتبت عن الف وثمانین نفسًا لیس فیھم الا صاحب الحدیث[1]

میں نے ایک ہزار اسی (۱۰۸۰) اساتذہ سے حدیث لکھی ہے۔ یہ سب کے سب محدث تھے۔

تلامذہ امام بخاری کے تلامذہ کا حلقہ بھی نہایت وسیع تھا۔ ان کے ایک شاگرد امام محمد بن یوسف فربری (م ۳۲۰ھ) کا بیان ہے کہ:

"امام صاحب سے براہ راست ۹۰ ہزار آدمیوں نے جامع صحیح کو سنا۔[2]

امام صاحب کا حلقہ درس بہت وسیع تھا۔ دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں کے آدمی آپ کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ ان کے تلامذہ میں جلیل القدر محدثین کرام کے نام آتے ہیں۔ امام مسلم بن حجاج صاحب صحیح مسلم (م ۲۶۱ھ)، امام ابو عیسیٰ ترمذی صاحب جامع الترمذی (م ۲۷۹ھ)، امام ابو عبدالرحمٰن نسائی صاحب سنن نسائی (م ۳۰۳ھ)، امام محمد بن یوسف فربری (م ۳۳۰ھ)، امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن صاحب سنن دارمی (م ۲۵۵ھ)، امام الحافظ صالح بن محمد جزرۃ (م ۲۹۳ھ)، امام محمد بن نصر مروزی (م ۲۹۴ھ)، امام ابو حاتم رازی (م ۲۷۷ھ)، امام ابن خزیمہ (م ۳۱۱ھ)، امام ابو زرعہ (م ۲۸۱ھ) امام ابو بکر

[1] ارشاد الساری ص ۳۱
[2] ایضاً ص ۳۳

بن ابی عاصم الحافظ الکبیر (م ۲۸۷ھ)[1]۔

غیر معمولی قوتِ حافظہ

امام بخاری فطرۃً نہایت قوی الحافظہ تھے۔ فطرت کی اس فیاضی سے انہوں نے فنِ حدیث کی تحصیل میں بہت فائدہ اٹھایا۔ استاد سے جو حدیث سنتے وہ فوراً سینہ پر نقش ہو جاتی۔ خود فرماتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد ہیں۔ اور میں نے جامع صحیح کو ۶ لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے[2]۔ آپ کے حافظہ کے بارے میں بغداد کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک سو احادیث کو متن اور سندوں سے بدل کر آپ کے سامنے پڑھا گیا۔ مگر آپ نے ہر متن کو اس کی اصلی سند اور ہر سند کو اس کے اصلی متن کے ساتھ ملحق کر کے ترتیب وار سنا دیا۔ لوگ سن کر دنگ رہ گئے۔ اور انہیں آپ کے علم و فضل اور قوتِ حافظہ کو بے مثل تسلیم کرنا پڑا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ جو احادیث انہوں نے غلط متن اور غلط سند کے ساتھ پڑھی تھیں، وہ بھی امام صاحب کو یاد ہو گئیں[3]۔

امام صاحب کے علم و فضل کی شہرت

امام صاحب کے فضل و کمال اور علمی تبحر کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی تھی۔ بڑے بڑے محدثین کرام آپ کے علم کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، علل حدیث، تاریخ، لغت، اسماء الرجال، فقہ، اصولِ فقہ، انساب، لغت، معانی، اور صرف و نحو میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ علل حدیث کا علم جس کے بارے میں محدثین کرام بالاتفاق کہتے ہیں کہ یہ علم نہایت گہرا، مشکل اور انتہائی معزز ہے۔ اس فن میں کلام کرنے کی قدرت صرف انہیں محدثین کو حاصل تھی جن کی سوجھ بوجھ تابناک تھی، جنہیں قوتِ حافظہ میں کمال تھا اور جن کو گہری بصیرت حاصل تھی۔ اور ان سارے پہلوؤں سے امام بخاری بڑے بلند مرتبت تھے[4]۔

---

1. تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی (م ۷۴۸ھ)
2. مقدمہ ارشاد الساری ص ۲۹۰
3. ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ص ۵۷۳
4. ایضاً ایضاً ص ۱۲

امام صاحب کے علمی تبحر سے متعلق شیوخ و معاصرین کا اعتراف

امام صاحب کے علمی تبحر، وسعتِ معلومات اور معرفت حدیث کے بارے میں علمائے کرام کہا کرتے ہیں۔

انما هو آية من ايات الله تمشى على وجه الارض ما خلقه الله الا للحديث[1]

امام بخاری خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں جو زمین پر چلتی پھرتی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو صرف حدیث ہی کے لیے پیدا کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ امام صاحب کی مدح و ستائش میں اگر متاخرین کے اقوال نقل کیے جائیں تو کاغذ اور روشنائی ختم ہوجائے۔

فذالك البحر لا ساحل له

ع سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے

امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

خراسان کی سرزمین میں محمد بن اسمٰعیل جیسا شخص پیدا نہیں ہوا۔[2]

علامہ بدر الدین عینی حنفی (م ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

الحافظ الحفيظ الشهير، المميز، الناقد البصير الذى شهدت بحفظه العلماء الثقات واعترفت بضبطه المشائخ الاثبات ـ ولم ينكر فضله علماء هذا الشان ـ ولا تنازع فى صحة تنقيده اثنان الامام الهمام حجة الاسلام ابو عبدالله محمد بن اسمٰعيل البخارى[3]

امام بخاری حافظِ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ احادیث کی پرکھ

---

[1] ہدی الساری مقدمہ فتح الباری لابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) ص ۴۸۵

[2] تاریخ بغداد للخطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) جلد ۲ ص ۲۱۔

[3] عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۱ ص ۵

اور نقد میں بھی غیر معمولی بصیرت رکھتے تھے اور ان کے اس مقام و مرتبہ کا اعتراف ثقہ اور گرامی مرتبت علماء نے کیا ہے۔ خصوصاً احادیث کی پرکھ اور نقد و جرح میں ان کی غیر معمولی بصیرت و صلاحیت کا تو کوئی بھی انکار نہیں کرتا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی (م ۱۳۰۲ھ) فرماتے ہیں:

الامام البخاری معجزة للرسول البشیر والنذیر صلی اللہ علیہ وسلم حیث وجد فی امتہ مثل ھذا الفرد العدیم النظیر من کان وجودہ من النعم الکبری علی العالم امیر المومنین فی الحدیث احد سلاطین الاسلام الامام المجتھد ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراھیم بن المغیرہ بن بردزبة الجعفی مولاھم امیر المومنین وسلطان المحدثین الحافظ الشہیر والناقد البصیر وقد جمع الثقات علی حفظہ واتقانہ وجلالة قدرہ وتمیزہ عما عداہ من اھل عصرہ[1]

یعنی امام بخاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں کہ حضرت کی امت میں ایسا بے نظیر شخص پایا گیا ہے جو بے مثل ہے جس کا وجود ایک نعمتِ کبریٰ ہے جو امیر المومنین فی الحدیث سلطان المحدثین امام المجتہدین اور صاحبِ بصیرت ناقد ہیں - امام بخاری کی جلالت قدر، حفظ اور اتقان پر پوری دنیا کے ثقہ اصحابِ علم نے اتفاق کیا ہے۔

شیخ نور الحق (م ۱۰۷۳ھ) جو شیخ عبد الحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) کے صاحبزادے ہیں، فرماتے ہیں:

وے (امام بخاریؒ) در زمانِ خود در حفظِ حدیث و اتقان آں و فہم معانی

---

[1] سیرۃ البخاری مطبوعہ مولانا عبد السلام مبارک پوری (م ۱۳۴۲ھ) ص ۱۳۴

کتاب و سنت وحدت ذہن وجودت قریحہ و وفور فقہ و کمال زہد و غایت ورع
کثرت اطلاع بر طرق حدیث و علل آں، دقت نظر، قوتِ اجتہاد و استنباط
فروع از اصول نظیرے نداشت[1]

مولانا عبدالسلام مبارک پوری (م ۱۳۴۲ھ) نے علامہ سبکی (م ۷۵۶ھ) کا ایک شعر نقل کیا ہے جس سے حضرت امام کے علمی تبحر، جلالتِ قدر اور ان کی مدح و ستائش کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ علامہ سبکی فرماتے ہیں:

علا عن المدح حتی ما یزان به
کانه المدح من مقداره یضع[2]

مدح کرنے والوں کی مدح ان کے ہم رتبہ
نہیں ہو سکتی ہے اس لیے کہ مدح ان کے رتبہ
سے نیچے رہ جاتی ہے۔

اخلاق و عادات اور طرز معاشرت

امام صاحب کی مقدس زندگی میں بعض ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جن سے بڑے بڑے نامور اور باکمال لوگوں کا ذہن خالی ہے۔ ان کی طبیعت سخت غیور، خوددار، اور بے تکلف تھی۔ دولتِ دنیا سے بے نیاز تھے۔ اپنے والد کے ترکہ میں بہت مال پایا تھا۔ لیکن سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے تھے اور بسا اوقات آپ کو دو تین بادام پر گزارہ کرنا پڑتا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

وکان قلیل الاکل جداً مفرداً فی الجود وقال کان یقنع
کل یوم بلوزتین وثلاث[3]

---

[1] شرح فارسی بخاری مقدمہ

[2] سیرۃ البخاری ص ۱۳۵

[3] فیما یجب حفظ للناظر ص ۲۔

امام صاحب نے کسی امیر، بادشاہ کی فیاضی سے کبھی فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور نہ ہی کبھی کسی سلطان یا امیر کے در دولت پر حاضری دی۔ آپ کا بخارا سے جلاوطن ہونا بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ چنانچہ جلاوطنی منظور کر لی، مگر قصر شاہی میں حاضری دینا منظور نہیں کیا۔[1]

امام صاحب نے ساری زندگی سادگی اور قناعت کو اختیار کیے رکھا۔ آپ میں حد درجہ انکساری تھی۔ رواداری میں اپنی مثال آپ تھے۔ بے تعصبی آپ کا خاص وصف تھا، ورزش کے بہت شوقین تھے۔ صفائی کا خاص خیال رکھتے تھے۔[2]

امام بخاری کا مسلک امام بخاری کے مسلک کے بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے اور کبار محدثین کے ساتھ ہمیشہ سے یہ معاملہ رہا ہے کہ ہر ایک نے اُن کو اپنے اپنے مسلک کا پیرو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہی معاملہ امام بخاری کے ساتھ بھی ہوا۔

علامہ تقی الدین السبکی (م ۷۵۶ھ) نے آپ کو شافعی لکھا ہے۔[3] مولانا سید نواب صدیق حسن خان قنوجی رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) نے بھی علامہ سبکی کی تائید کی ہے۔[4] حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) کے نزدیک امام بخاری کے مباحث فقیہہ کا غالب حصہ امام شافعی کے مسلک سے ماخوذ ہے۔[5] علامہ ابن القیم (م ۷۵۱ھ) کی تحقیق میں امام بخاری حنبلی المسلک تھے۔[6] علامہ طاہر الجزائری کی نظر میں مجتہد مطلق تھے۔[7] علامہ سید انور شاہ کشمیری (م ۱۳۵۱ھ) فرماتے ہیں کہ آپ بلاشک و شبہ مجتہد مطلق تھے۔[8]

جلاوطنی اور انتقال بخارا میں امام صاحب ایک مدت سے راحت و آرام سے زندگی بسر

---

[1] مقدمہ فتح الباری۔ ص ۴۹۴

[2] تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ)، جلد ۹ ص ۴۷

[3] طبقات الشافعیہ [4] ابجد العلوم ص ۸۱۰

[5] فتح الباری جلد ۱ ص ۱۲۳ [6] علام الموقعین جلد ۱ ص ۲۲۶

[7] توجیہ النظر ص ۱۸۵ [8] فیض الباری جلد ۱ ص ۵۸

کر رہے تھے۔ لیکن اپنی غیور طبیعت اور خودداری کی بدولت آپ کو جلا وطنی اختیار کرنا پڑی۔ چنانچہ آپ بخارا سے نکل کر سمرقند کے قریب ایک چھوٹے سے قریہ میں جہاں آپ کے رشتہ دار رہتے تھے، تشریف لے گئے۔ جلا وطنی کا انہیں بہت افسوس تھا۔ چنانچہ آپ کی زبان سے بے اختیار نکلا:

الٰہی باوجود وسعت کے زمین میرے لیے تنگ ہوگئی ہے۔ اس لیے
تو مجھ کو اپنے پاس بلا لے[۱]

عجیب اتفاق ہوا کہ دعا ایسی مقبول ہوئی کہ رمضان المبارک کا مہینہ گزار کر اوائل شوال میں سمرقند جا رہے تھے کہ راستہ میں پیامِ اجل آگیا۔ اور یکم شوال ۲۵۶ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۸۶۹ء بروز دوشنبہ ۶۲ سال کی عمر میں انتقال کیا[۲]

امام بخاریؒ کی علمی خدمات

تصانیف

۱۔ الادب المفرد	۲۔ التاریخ الکبیر	۳۔ التاریخ الاوسط
۴۔ التاریخ الصغیر	۵۔ خلق افعال العباد	۶۔ جزء رفع الیدین
۷۔ قرأۃ خلف الامام	۸۔ برالوالدین	۹۔ کتاب الضعفاء
۱۰۔ الجامع الکبیر	۱۱۔ التفسیر الکبیر	۱۲۔ کتاب الاشربہ
۱۳۔ کتاب الہبہ	۱۴۔ کتاب المبسوط	۱۵۔ کتاب الکنیٰ
۱۶۔ کتاب العلل	۱۷۔ کتاب الفوائد	۱۸۔ کتاب المناقب
۱۹۔ اسامی الصحابہ	۲۰۔ کتاب الوحدان	۲۱۔ قضایا الصحابہ
۲۲۔ الجامع الصحیح	۲۳۔ المسند الکبیر	۲۴۔ کتاب الرقاق

۲۵۔ الجامع الصغیر فی الحدیث۔ (باقی)

۱۔ تاریخ بغداد للخطیب لبغدادی (م ۴۶۳ھ) جلد ۲ ص ۳۴

۲۔ ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ص ۴۹۴